رسول اللہ ﷺ کا نظامِ تربیت اور انسانی صلاحیتوں کا فروغ

محسنہ منیر*

ABSTRACT:

Guidelines of the last Prophet (PBUH) present a complete model of training for humankind. The practicality of this model shows different levels of training from childhood to the elder age. This model travels from the individual training to the collective system of guidance. The individual training takes place in the core institution of society "Family", while the collective guidance is covered by the social and political systems introduced by the Holy Prophet (PBUH).
Modern philosophers are trying to improve the quality of human development on the basis of scientific research. If these researchers take guidance from the Seerah, they can save humanity from inhuman attitudes. This kind of research will help today's man in making a peaceful universal society.

انسان جو اللہ تعالیٰ کی احسن تخلیق ہے اس کی فطرت کو دو مختلف پہلوؤں (انسانی اور حیوانی صفات) سے جانچتے ہوئے غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ خالق حقیقی نے دونوں طرح سے انسان کی رہنمائی کا سامان فراہم کیا ہے۔ اپنے مبعوث کردہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے ایسی تعلیمات انسان تک پہنچائی ہیں جو اسے حیوانیت سے بلند کر کے انسانیت کے درجے پر لاتی ہیں۔ معاشرتی سطح پر صفات انسانی کے حیوانیت اور انسانیت کے درجوں کے لحاظ سے عروج وزوال کا جائزہ لینا تاریخ اور معاشرت کے مضامین کے محققین کے تحقیقی موضوعات کا ہمیشہ سے خاصہ رہا ہے۔ عصر حاضر میں ان دونوں مضامین کے محققین کی روایتی اور سائنسی تحقیقات تحریری شکل میں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ اس حوالے سے ایک کتاب Concepts and Theories of Human Development ہے جو علم نفسیات کے ماہر Richard M Lerner کی ہے۔ اس کا اساسی نظریہ مذہب سے آزاد ہو کر Impirical اور Non Impirical دونوں طریقوں سے فروغ انسانیت کا جائزہ لینا ہے۔ اس طرز پر کی گئی تحقیقات کے نتائج کے طور پر جو معاشرہ تعمیر ہوتا ہے اس میں انسانی زندگی کے معیارات میں حیوانیت عروج پر آجاتی ہے اور انسانیت کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ مذہب میں روحانی تربیت و اصلاح کو مرکزی اہمیت دی گئی ہے۔ مذاہب عالم میں اسلام ایسا مذہب ہے جو فکر و عمل کے توازن کے ساتھ روحانی اور جسمانی تربیت کرنے کا علم انسان کو دیتا ہے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے فراہم کردہ نظام تربیت میں اعلیٰ انسانی صلاحیتوں کے فروغ کے لیے رہنمائی

* ڈاکٹر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، لاہور کالج برائے جامعہ خواتین، لاہور		برقی پتا: munirmann@hotmail.com
تاریخ موصولہ: ۱۴ر فروری ۲۰۱۴ء

موجود ہے۔ اس عنوان پر عصری مسلمان محققین میں سے علمائے دین کا کام بالعموم اور علوم نفسیات اور علوم معاشرت کے ماہرین کا کام بالخصوص موجود ہے۔ Salisu Shehu نے علم نفسیات کے میدان میں اسلامی تعلیمات کو یکجا کرنے کی منفرد کوشش کی ہے۔ ان کے مقالات میں سے ایک کا عنوان ہے Towards an Islamic Perspective of Development Psychology اس تحقیق میں پیدائش سے لے کر بلوغت تک انسانی دماغ کی پرورش کے اسلامی اصول قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔ معاشرتی نظام کی بنیاد پر تربیت انسانی کے اسلامی ماحول پر ڈاکٹر خالد علوی نے اپنی کتاب ''اسلام کا معاشرتی نظام'' میں تفصیل سے گفتگو کی ہے جبکہ تعلیمی نظامات میں اسلامی نظام تعلیم کے اہم نکات پر پروفیسر خورشید احمد نے اپنی کتاب ''اسلام کا نظریہ تعلیم'' میں قلم اٹھایا ہے۔ مذکورہ کتب کے مصنفین ماہرین علم نے اپنی تحقیق کا نتیجہ اس نکتے کو بنایا ہے کہ سیرت طیبہ میں انسانی تربیت کا مکمل نظام مل جاتا ہے۔ دور حاضر میں ثنا اللہ محمود نے ''رسول اکرم ﷺ کا انداز تربیت'' کے عنوان سے ایک کتاب تحریر کی ہے جس میں سیرت طیبہ کی مدد سے اعلی انسانی صلاحیتوں کے فروغ کا جامع طریقہ کار پیش کیا ہے۔ رواں دور کے معاشروں میں جس تیزی سے حیوانی صفات پروان چڑھ چکی ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانی اور حیوانی صفات میں تمیز کے اسلامی فلسفے کو واضح طور پر پیش کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے نظام تربیت کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔ زیر نظر مضمون میں اس حوالے سے مختصرا اور جامع طور پر رسول اکرم ﷺ کے نظام تربیت کی جدید دور میں ضرورت کی جانب توجہ مبذول کروائی گئی ہے۔

قبل از بعثت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم، دنیا کی بڑی تہذیبیں، رومی، ایرانی، یونانی، مصری، ہنداور چینی گزری ہیں۔ ان کے تذکروں میں ان کے معاشروں اور ان میں بسنے والے انسانوں کے اخلاق ومعاشرت کا جائزہ لینے سے بعثت محمدیہ ﷺ کے وقت کی انسانی قابلیت اور خواص کا نشان ملتا ہے۔ مذکورہ بڑی تہذیبوں میں انسانی قابلیت کے زوال کے وقت جو اقدار مشترک ملتی ہیں، ان میں طبقاتی تقسیم، اونچ نیچ، استحصال اور ظلم وغیرہ شامل ہیں۔ اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی جرائم کی بنیادوں میں وہی فلسفۂ مسرت، غلبہ حاصل کرنے کے جاہلی جنون اور دائمی عروج کی خواہشیں پائی جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر معبودانِ باطل کی پرستش اور قربانی، اپنی فطری جبلتوں کی تسکین کرنے کے لیے کی جاتی تھی (۱)۔ محرمات سے نکاح اس مقصد کے لیے کیا جاتا تھا کہ اعلیٰ خاندانی خون ہی خاندان کا حصہ رہے اور غیر خاندانوں کا ناپاک خون ان کے خاندان میں شامل نہ ہوسکے (۲)۔ موسیقی اور آرٹ پر توجہ دی جاتی تھی تاکہ زندگی کو پُر مسرت بنایا جائے (۳)۔ حصول علم اور اکتسابِ معاش کے مواقع کی فراہمی میں استحصال کیا جاتا تھا (۴)۔ اسی طرح سزاؤں کے نفاذ میں عدل سے کام نہ لیا جاتا تھا (۵)۔ قدیم یونان کا بابائے عقل ارسطو (۳۸۴-۳۲۲ ق م) یونانی قوم کو دنیا کی تمام اقوام کا سردار قرار دیتا تھا (۶)۔ تکمیل خواہش کے ساتھ سکون اور خوشی ملنے کا جاہلانہ فلسفہ عملی شکل میں موجود تھا (۷)۔ ان تمام جاہلی تہذیبوں میں انسانوں کے اندر انسانیت کے زوال اور حیوانیت کے عروج کی ایک مثال ایرانی بادشاہ نوشیرواں جس کا لقب تاریخ میں عادل ملتا ہے، کے

اس اقدام سے حاصل کی جا سکتی ہے کہ اس نے اپنے تمام بھائیوں کو قتل کروا دیا تا کہ اس کے خلاف بغاوت کا امکان نہ رہے۔

اسی دوران ۵۷۱ عیسوی میں مسلمانوں کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور تعمیر انسانیت کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا(۸)۔انسانیت کے نجات دہندہ اور انسانی شعور وادراک کو صحیح رخ عطا کرنے والے محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن مجید میں یہ اعلان کیا گیا:

''اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔(آج یہ رحمت ان کے لیے ہے) جو اس پیغمبر نبیؐ امی کی اتباع اختیار کریں گے جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، برائی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس کے نور کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔''(۹)

ان آیات مبارکہ میں آپؐ کے لائے ہوئے نظام کے اہم نکات بیان فرمائے گئے ہیں۔قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ اس نظام کے ماخذ ہیں اور اس کا اہم مقصد تربیت انسانی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے معاشرے میں قدرِ انسانیت کے بارے میں فرمایا:

''آدمی کانیں ہیں جس طرح سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں۔جو لوگ ایام جاہلیت میں بہتر تھے وہ زمانۂ اسلام میں بھی بہتر ہیں اگر وہ سمجھیں۔''(۱۰)

گویا رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر معاشرے کا وہ بنیادی جوہر تھا جسے انسانیت کہا جاتا ہے۔اس بنیاد پر آپؐ نے ایام جاہلیت میں اپنے اندر انسانیت کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھنے والوں کی طرف ان کے بعد از قبول اسلام توجہ دلائی ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان خزانے کی طرح ہیں، گویا کہ انسانوں کے اندر اعلیٰ انسانیت کے معیار کو اجاگر کر کے ان سے بھرپور معاشرتی فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تربیت انسانی کی وہ رہنما کتاب عطا فرمائی ہے جو انسانوں میں بہترین جوہر انسانیت کو اجاگر کرتی ہے اور اس کتاب پر عمل پیرا رہنے والوں میں اس جوہر کو ہمیشہ نمایاں بھی رکھتی ہے۔یہ اصل سرچشمۂ ہدایت آخری نبی امی ﷺ پر نازل فرمایا گیا ہے، جنھوں نے اس پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا ہے۔اس لیے آپؐ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا حق ادا کریں گے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ تربیت انسانی کی اس رہنما کتاب میں آپؐ کے نظام تربیت کے اہم ترین اور بنیادی نکات نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، پاکیزہ چیزوں کا حلال ہونا اور ناپاک چیزوں کا حرام ہونا اور خود

ساختہ پابندیوں کے بوجھ سے آزاد کرتے ہوئے ان پر اللہ تعالیٰ کے خالص احکامات کو نافذ کرنا بیان کیے گئے ہیں۔انسانوں کی تربیت واصلاح کا یہ مکمل نظام ہے جو معلم انسانیت ﷺ نہ صرف لے کر آئے ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دکھایا ہے (۱۱)۔

تربیت کے مراحل

رسول اللہ ﷺ کے نظام تربیت میں پیدائش سے لے کر جوانی تک ان مراحل کی نشان دہی ملتی ہے جو انسانی پرورش اور تعلیم وتربیت کے لحاظ سے اہم اور بنیادی ہیں۔یہ مراحل ہیں:

- پیدائش سے لے کر مکتب جانے کی عمر تک
- مکتب جانے کی عمر سے بلوغت کی عمر تک
- بلوغت کی عمر اور عملی زندگی کے مختلف مراحل تک

مذکورہ تمام مراحل کے حوالے سے تربیت کے اسالیب، نصابات اور مقاصد کہیں تفصیل اور کہیں جامعیت کے ساتھ ذکر فرما دیے گئے ہیں۔کتب حدیث اور سیرت اور احوال صحابہ رضی اللہ عنھم کی کتب وغیرہ ان تمام مراحل کی تفصیلات سے آشنا کرتی ہیں۔(۱۲)

یہاں ایک روایت کا حوالہ دیا جاتا ہے جس میں وقت پیدائش کا ذکر فرمایا گیا ہے:

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او یمجسانہ۔(۱۳)

"ہر نومولود اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا مجوسی بناتے ہیں۔"

اس سے مراد یہ کہ ہر بچے کی فطرت اسلام ہے۔یہ اس کے والدین ہیں جو اسے اس فطرت سے تبدیل کر کے کسی اور راستے پر ڈال دیتے ہیں۔یہاں خاندان اور معاشرے کے بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہونے کی نشاندہی ہوتی ہے۔اس حدیث کی رو سے بچے کی قبل از پیدائش، بوقتِ پیدائش اور بعد از پیدائش ماحول کی اہمیت بھی اجاگر ہوتی ہے۔گویا شخصیت سازی میں ماحول، والدین اور معاشرہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔فی الحقیقت تعلیم وتربیت کے مراحل میں والدین اور اساتذہ کا دیانت دار، سچا، صالح عقیدہ اور پراعتماد ہونا شخصیت سازی پر بے بہا اثر مرتب کرتا ہے۔اس بنا پر حدیث میں نکاح کے لیے مال دار عورت پر دین دار عورت کو ترجیح دینے کی ترغیب ملتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معلم انسانیت جس طرزِ عمل کو امت کے لیے رہنما بنایا ہے اس کا بیان اس روایت میں جامعیت کے ساتھ ملتا ہے جسے قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں اور وہاں سے قاضی سلمان منصور پوری نے رحمۃ للعالمین میں نقل کیا ہے:

آپؐ نے فرمایا:

"معرفت میرا رأس المال ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے،

ذکر الٰہی میرا انیس ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے، عجز میرا فخر ہے، زہد میرا حرفہ ہے۔ یقین میری خوراک ہے۔ صدق میرا ساتھی ہے، اطاعت میرا بچاؤ ہے، جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔'' (۱۴)

یہاں آپؐ نے جوامع الکلم ارشاد فرمائے ہیں۔ ہر ایک اصطلاح اپنے اندر بحرِ علوم ہے اور آخری جامع و مکمل نظام ہدایت کی عکاس بھی ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا العقل اصل دینی۔ اس سے مراد وہ عقل ہے جو معرفت الٰہی کا ٹھیک ٹھیک ادراک کرکے اسے دوسروں تک پہنچا سکے۔ جیسا کہ ایک اور روایت میں آپؐ نے فرمایا:

''جس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور میں (علم کو) تقسیم کرنے والا ہوں، عطا کرنے والا تو اللہ ہی ہے۔'' (۱۵)

یہاں ایک طرف تو معلم کو عاجزی کا درس دیا گیا ہے اور اصل سرچشمۂ علم کا ادراک بھی دیا گیا ہے دوسری طرف جاہل معلمین اور محققین کی حقیقت بھی کھول دی گئی ہے جو اپنی عقل کو ہی اپنا حقیقی رہنما سمجھ کر وحی کو رد کر دیتے ہیں اور انسانیت کو حیوانیت کی طرف لے جاتے ہیں۔

تربیت کے مراحل میں طالب علم کے ساتھ انس و شفقت کا تعلق پیدا کرنا اس کے فہم و ادراک میں اضافہ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمین کو اس طرح نصیحت فرمائی ہے:

''علم سکھاؤ اور آسانی پیدا کرو تنگی نہ دو اور خوشخبری سناؤ، متنفر نہ کرو۔'' (۱۶)

سکھانے کے انداز میں جزا و سزا کے اسالیب سے سیکھنے والے کا تصورِ عدل بن جاتا ہے۔ معاشرے میں رہتے ہوئے انسان کے عمل اور ردعمل ہی اس کے اخلاق و کردار کی عکاسی کرتے ہیں۔ لہٰذا والدین اور اساتذہ کے عمل اور ردعمل کے مشاہدے کے ذریعے بچے کی تربیت کے ابتدائی مراحل میں انفرادی عدل کے تصورات جڑ پکڑ لیتے ہیں۔ اس بنا پر آپؐ نے عالم کے باعمل ہونے کو لازمی قرار دیا ہے۔ آپؐ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کیا کرتے تھے (۱۷)۔ بے جا روک ٹوک نہ کرتے تھے۔ (۱۸)

زبانی نصیحت کے اثرات کے ساتھ ساتھ انسان کا اپنا مشاہدہ اس کے اندر فیصلہ کرنے کے انداز کی تعمیر کرتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لکیریں زمین پر کھینچیں اور فرمایا یہ آدمی کی آرزو ہے، یہ اس کی عمر ہے اور وہ اپنی لمبی آرزو کے پھیر میں رہتا ہے۔ اتنے میں نزدیک کی لکیر یعنی موت آ پہنچتی ہے(۱۹)۔

اس روایت کی روشنی میں اپنی گفتگو کی وضاحت یا سمجھانے کے لیے مشاہدہ کرانے کے جواز کا بھی پتا چلتا ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے انسانی خواہش کو سب سے طویل لکیر سے مماثلت دی ہے اور موت کی اچانک آمد کے حقیقی ہونے سے بھی آگاہ فرمایا ہے، نیز موت کی تیاری کو اعمال میں ترجیح بھی دی ہے۔

تعلیم کا پرحکمت انداز رسول اللہ ﷺ کے انداز تربیت میں اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں:

''ہماری نصیحت کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ ہماری خبرگیری کیا کرتے تھے اور ہمارے اکتا جانے کا خیال رکھتے تھے''۔(۲۰)

تعلیم میں تدریج کے اسلامی اصول کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تب حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے اگر آغاز ہی میں حکم آجاتا کہ شراب مت پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب پینا نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے''۔(۲۱)

مدینہ کے معاشرہ میں تعلیم کے لیے جس اہم نظام کا پتا چلتا ہے وہ مہارت پیدا کرنے کا موقع فراہم کرنا ہے۔صفہ کی درسگاہ میں صحابہؓ حصول علم میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔نیز حصول علم کے مواقع ہر طبقے کے لیے یکساں فراہم کرنا بھی اس کی ایک خاصیت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو سنت مسلمانوں کے لیے چھوڑی ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ غلام یا گھریلو ملازم کی تعلیم و تربیت بھی اپنی اولاد کے ساتھ ساتھ کرنا مالک کی ذمہ داری ہے۔روایات میں تفصیل سے ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت جس انداز سے فرمائی انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔یہ بھی اسلام کے معاشرے میں نظام تعلیم و تربیت کا خاصہ ہے کہ اوائل ماہرین علما میں غلاموں کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔

اعلیٰ معاشرتی تعلق (Social Relationship) کی تربیت کے رہنما اصولوں میں نیکی میں سبقت لے جانا، دنیا کی حرص سے دور رہنا، تفاخر سے بچنا، حقوق وفرائض ادا کرنا، سچائی اپنانا، حرام سے اجتناب، تقویٰ اختیار کرنا اور آزمائش میں صبر وغیرہ شامل ہیں۔اس طرح اسلامی نقطۂ نظر سے جو معاشرتی تعلق پروان چڑھتا ہے وہ اسلامی فلاحی معاشرے کے قیام کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔اس معاشرتی تعلق کی بنیاد میں انفرادی فہم وادراک کا دخل بھی ہے اور اپنے والدین، بزرگوں اور دیگر افرادِ معاشرہ کے طرزِ عمل کا بھی۔بہرحال یہ اساسی اصول اسلامی معاشرت میں معیارِ انسانیت کو زوال پذیر ہونے سے بچاتے رہتے ہیں۔

ذہنی وجسمانی نشوونما اور صحت کے لیے جو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنمائی فراہم کی گئی ہے اس میں طہارت و پاکیزگی، کھانے پینے اور سونے جاگنے کے آداب وغیرہ شامل ہیں۔آپ ﷺ نے رات کے کھانے کے بارے میں فرمایا:

لاتدعوا العشاء و لو بکف من تمرٍ فان ترکہٗ یھرمُ(۲۲)۔

''رات کا کھانا مت چھوڑو خواہ مٹھی بھر کھجوریں ہی سہی۔اس لیے کہ اس کا چھوڑ دینا آدمی کو جلد بوڑھا کر دیتا ہے۔''

تربیت کے اہم ادارے

اسلامی نظام تربیت میں اہم ترین اور اولین ادارہ ''خاندان'' ہے جب کہ نظام تربیت ہی میں ''مکتب'' بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے، لیکن اس کا مقام خاندان کے بعد ہے۔

خاندان کی تعمیر وتشکیل میں جو بنیادی اصول رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسا ماحول بن جائے جس میں اولاد کی تعلیم

وتربیت اور پرورش اسلامی اصولوں پر احسن طریق سے کی جا سکے۔

مکتب اور اس کے درجات اس بات کے عکاس ہیں کہ عمر اور ذہن کے مراحل سیکھنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

تیسرا ادارہ مسجد ہے، جو معاشرتی تعلق کی وہ عمدہ شکل پیش کرتا ہے جہاں معیار انسانیت ترقی کی منازل طے کرتا رہتا ہے۔اس طرح جن معاشروں میں مساجد آباد رہتی ہیں وہاں گروہی تعصب ہمیشہ ناکام ہوتا رہتا ہے جو کہ انسانیت کے لیے زہر قاتل ہے۔

مذکورہ بالا تین اداروں کے بعد چوتھا درجہ معیشت کے ادارے ''منڈی'' (Mark et) کو حاصل ہے۔ لین دین کے اصولوں کا متوازن ہونا، متوازن انسانوں کی تعداد میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ترتیب کے لحاظ سے ''منڈی'' کو معاشرتی اداروں میں چوتھے درجے پر رکھنے سے اس کی اہمیت کم نہیں ہوتی لیکن تربیتی مرحلے کے لحاظ سے اس کا مقام اسلامی معاشرت میں یہی متعین ہوتا ہے۔

ڈاکٹر خالد علوی نے خاندان کو ہی اولین معاشرتی ادارے کا درجہ دیا ہے اور خاندان میں ''صلہ رحمی کے نظام'' کو انسانی تربیت کا پہلا درجہ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> انسانی تربیت کا یہ (صلہ رحمی) سب سے پہلا مرحلہ ہے اور یہیں سے وہ وسیع تر جذبۂ خدمت حاصل ہوتا ہے جو پوری انسانیت کے لیے مفید ثابت ہو۔اقربا کا لحاظ رکھنے، ان کی خدمت بجا لانے اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنے سے اخلاقی و معاشرتی فوائد مرتب ہوتے ہیں۔اقربا سے گہرا ربط اخلاقی تربیت کا باعث بنتا ہے۔(۲۳)

انسان، مخلوقات میں سے اس قسم سے تعلق رکھتا ہے جو نشوو ارتقا، حرکت و ارادہ، عقل و شعور اور سلیقہ گفتار کا امتزاج اپنے اندر رکھتا ہے، اس کی تخلیق کے حوالے سے خالقِ حقیقی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

والتین والزیتون وطور سینین وھٰذا البلد الأمین لقد خلقنا الانسان فی أحسن تقویم(۲۴)۔

اپنی چار تخلیقات کی قسم کھاتے ہوئے خالقِ واحد نے یہ خبر انسان کو دی کہ ہم نے انسان کو بہترین ''تقویم'' پر پیدا کیا ہے۔تقویم کے معنی مفسرین نے ''ساخت'' کے کیے ہیں اور یہ بہترین ساخت، کسی بھی پہلو سے تحقیق کر لی جائے تو نتیجہ یہی آئے گا کہ انسان کو ذہنی، روحانی اور جسمانی ہر طرح سے احسن تقویم پر پیدا کیا گیا ہے۔اس کے بعد ثم رددناہ اسفل سافلین فرما کر احسنِ تقویم سے اسفل سافلین تک یا انسانیت سے غیر حسی اور غیر حرکی مخلوق کے درجے سے بھی پست مقام پر لوٹائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ انسان تب تک انسان رہتا ہے جب تک وہ خالق حقیقی سے رہنمائی پاتا رہتا ہے۔جب وہ خالقِ حقیقی کی رہنمائی سے چشم پوشی کرتا یا اس کا انکار کرتا ہے تو اعلیٰ ترین مخلوق کے درجے سے نیچے گرنا شروع ہو جاتا ہے۔وحی کی فراہم کردہ رہنمائی سے صرف نظر کرتے ہوئے وہ تعقل کی جتنی بھی منازل طے کرتا ہے اور تفکر میں جتنا بھی تعمق حاصل کرتا ہے اس کی اس ادراکی تنزلی کی شکل قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے:

''اور جو کافر ہیں ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی سراب ہو جسے پیاسا پانی سمجھ رہا ہو۔حتیٰ کہ جب وہ اس سراب کے قریب آتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں پاتا۔ بلکہ اس نے اللہ کو وہاں موجود پایا جس نے اس کا حساب چکا دیا اور اللہ کو حساب چکانے میں دیر نہیں لگتی۔ یا (پھر کافروں کی مثال ایسی ہے) جیسے ایک گہرے سمندر کے اوپر ایک اور موج ہو اور اس کے اوپر بادل ہو ایک تاریکی پر ایک اور تاریکی چڑھی ہو اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ سکے اور جسے اللہ روشنی عطا نہ کرے اس کے لیے (کہیں سے بھی) روشنی نہیں (مل سکتی)۔''(۲۵)

ظلمتٌ بعضها فوق بعض کی اس کیفیت کے حوالے سے دورِ جدید کے مفکرین کے شعور و ادراک کی منازل کا جائزہ لیتے ہوئے دورِ جدید کے انسان کی حالت عیاں ہو جاتی ہے۔ جدید لادینی انقلاب کے ساتھ انسانیت (Humanism) کے جدید فلسفوں کی اساس انکارِ مذہب اور انکارِ خدا پر رکھی گئی ہے۔

اگلے مرحلے میں خاص انسان اور اس کے دماغ پر جدید تحقیق کے بانیوں میں سے سگمنڈ فرائڈ کی تحقیقات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے انسانوں کے اندر سے حیوانیت کو علیحدہ کر کے اس کو اپنی تحقیق کا محور بنایا ہے (۲۶)۔ وہ حیوانیت کے لحاظ سے اپنے ادراکات کو تجربے اور مشاہدے کے مختلف مراحل سے گزار کر انسان کو بہیمیت کی ان راہ داریوں سے گزارتا ہوا آج جاہلیت کے اس عروج پر لے آنے میں کامیاب ہو گیا ہے جس کے بعد تہہ در تہہ تاریکیوں میں سے اگر کہیں کوئی مغربی مفکر نکلنے کی کوشش بھی کرتا ہے تو اسے روشنی میسر نہیں آتی۔

جدید Humanism کے بانیوں نے لادینی بنیادوں پر تربیتِ انسانی کے نظام کی تشکیل کی ہے۔ جس میں معاشرتی اداروں کی ترتیب میں پہلا اور بنیادی درجہ منڈی (Market) کو دیا گیا ہے۔

دوسرے درجے پر مکتب ہے۔ جس کا اساسی اصول ایسے افراد تیار کرنا ہے جو پہلے ادارے منڈی کی ترقی کا باعث بنتے رہتے ہیں۔ چونکہ منڈی کو ترقی فراہم کرنے کے لیے ہر ممکن ذرائع اختیار کرنا پڑے ہیں اس لیے خاندانی ادارے کی اساسی رکن عورت کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ لہٰذا مکتب کو ایک اور مقصد کی تکمیل کے لیے بھی مضبوط کیا گیا ہے اور وہ ہے خاندان کے متبادل ادارے کا کردار ادا کرنا۔ اس بنیاد پر جدید Humanism نے منڈی کے لیے مفید افراد بھی خوب تیار کیے ہیں اور مالی لحاظ سے ترقی بھی خوب دلائی ہے مگر معیارِ انسانیت کے اساسی ادارے خاندان کے زوال کی وجہ سے انسانی معیارات کو عالمی معاشرے میں ناپید کر دیا ہے۔

بنیادی انسانی ضروریات کی فراہمی کا نظام اس حد تک تو مضبوط ہوتا رہا ہے کہ شرحِ اموات کم سے کم ہوتی چلی گئی ہے مگر جو کچھ قدیم جاہلی اقوام کا خاصہ رہا ہے، مابعد جدیدیت میں Humanism بھی ان ہی خطوط پر ان ہی جاہلی حیوانی خواص میں ترقی کر رہا ہے جیسے کہ غلبہ پا لینے کی خواہش، منڈی میں سب سے منفرد اور نمایاں نظر آنے کی دوڑ، بہترین پیشہ ور

(Professionals) بننے اور بنانے کا مقابلہ وغیرہ یہ سب مابعد جدیدیت (Post Modernism) میں Humanism کا ارتقائی سفر ہے، جس نے انسانیت کو ذہنی انتشار، خوف، وحشت اور سفا کی جیسے حیوانی اوصاف کے تحفے دے دیئے ہیں۔ ان سنگین ذہنی امراض کے پیش نظر، علم نفسیات کی اہمیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج Social Sciences میں تحقیق کی جانب توجہ اور دلچسپی میں اضافہ ہو گیا ہے۔

یہاں جدید علم نفسیات میں Humanism اور اس کی اصطلاحات کا ضمنی تذکرہ یہ ثابت کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے کہ انسانیت کے مسائل اور ان کے حل کے لیے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکمل، منظّم، مربوط اور جامع نظام عطا فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جسے کسی طور فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

علم نفسیات اور Humanism

علم نفسیات میں Humanism کی تعریف یہ کی جاتی ہے:

''ماہرینِ انسانیت کے مطابق افراد کے رویے ان کے اندرونی محسوسات اور ادراکات سے جڑے ہوئے ہیں۔'' (۲۷)

علم نفسیات کی ایک اور اصطلاح انسانیاتی ادراک (Humanistic Approach) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

''نفسیاتی تجزیے اور رویوں کے علم کے بعد علم نفسیات میں تیسری قوت انسانیاتی ادراک ہے۔'' (۲۸)

یہاں جس رخ پر علم نفسیات انسانیت کا جائزہ لے رہا ہے اس میں اصل مقام انسانی حس اور ادراک کو حاصل ہے۔ اس کے بعد ایک اور اصطلاح ذاتی ادارہ (Personal Agency) کو یوں بیان کیا گیا ہے:

''ذاتی ادارہ ایک انسانیاتی اصطلاح ہے جو آزاد خواہش کی تکمیل کے طور پر بنی ہے۔ یہ ہمیں لے کر جاتی ہے ان انتخابات کی طرف جو ہم زندگی میں کرتے ہیں ان راستوں کی طرف جہاں ہم جاتے ہیں اور ان کے مضمرات کی طرف بھی۔'' (۲۹)

اسی انداز سے تحقیق کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ نکتہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ:

''لوگ بنیادی طور پر اچھے ہوتے ہیں اور خود کو اور دنیا کو مزید اچھا کرنے کی گہری خواہش رکھتے ہیں۔'' (۳۰)

اس طرز سے Post Modernism میں Humanistic Approach کا محور انسان کی شخصیت کو انسانی اقدار اور انسان کی عملی اور تخلیقی فطرت کے لحاظ سے مفید بنانا ہے۔ جدید علم نفسیات کے ماہرین کارل راجرس (Carl Rogers) (۳۱) اور اے ایچ ماسلو (A. H. Maslow) (۳۲) نے اپنے متقدمین ماہرین علم کی تحقیقات کو آگے بڑھاتے ہوئے انسان اور انسانیت کے بنیادی عزائم و مقاصد مصیبت، تنگی، تکلیف اور مایوسی پر قابو پانا دریافت کیے ہیں۔ اس نہج پر انسان کی تعمیر و اصلاح، پرورش اور تربیت کے طریقۂ کار کو Self Actualization کی اصطلاح سے موسوم کیا ہے (۳۳)۔ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب کے مطابق تحقیق کے جدید ترین ذرائع استعمال کر کے لادینی بنیادوں پر کی جانے والی تحقیق نے بھی انسان کو اسی

نکتے پر پہنچایا ہے جس تک مہاتما بدھ نے قبل از نزول مسیح پہنچایا تھا۔مگر جدید نظریات انفرادیت (Individualism) اور اجتماعیت (Pluralism) کی تعبیرات کے مطابق جدید قومیت کے نظام کی ناکامی کا ثبوت یہ ہے کہ خود اس کے بنانے والوں نے اس بات کا اقرار کرلیا ہے کہ انسانی دنیا مستقبل قریب میں ایک عظیم اور خوفناک تصادم سے دوچار ہوسکتی ہے۔(۳۴)

مسرت، زندگی اور مفید انسان کے مفاہیم

لادینی بنیادوں پر جدید انداز سے انسانیت کی جو تعمیر کی گئی ہے اس میں Humanism کا مقصد اولین پر مسرت زندگی گزارنے والے مفید انسان تیار کرنا ہے۔ یہاں ''مسرت، زندگی اور مفید انسان'' کی اصطلاحات، سیرت نبویہؐ کے تصورات سے متضاد معنی رکھتی ہیں۔ ''زندگی'' سے مراد جدید Humanism میں موت سے پہلے کی زندگی ہے۔موت کے بعد کی زندگی کو یہ نظام قبول نہیں کرتا۔اس لحاظ سے جواب دہی کا اخروی تصور اس کے ہاں ناپید ہے۔ یہ نظام احتساب کا جو طریقہ کار متعارف کراتا ہے وہ عدالتی نظام کی مضبوطی کا تقاضا کرتا ہے جو شخص انصاف کا متلاشی ہے اگر اس پر واقعی ظلم ہوا ہے تو اسے لازماً عدالتی نظام اور اس کے طریقہ کار تک رسائی حاصل کرنا ہوگی۔ اس رسائی کے حصول میں ریاست اس کی مکمل مدد کرتی ہے۔اگر تو عدالت میں اسے انصاف مل گیا تب تو ٹھیک ہے لیکن اگر نہ ملا تو وہ بقیہ زندگی میں منفی رجحان رکھنے والے شخص کی حیثیت سے زندگی بسر کرے گا۔اس طرح اخروی زندگی اور اس کے نظام احتساب کے انکار کا نظریہ رکھنے والے معاشرے میں منفی رجحان رکھنے والے افراد تعداد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظامِ زندگی سے مراد دنیاوی اور اخروی زندگی ہے۔اس طرح آپؐ کے پیش کردہ نظام احتساب میں دنیاوی عدالتی نظام کا ریاست کی سرپرستی میں مضبوط ہونا بھی ضروری ہے اور اگر کسی مظلوم کی آواز بلند نہیں ہوسکی مثلاً پوشیدہ قتل۔تب بھی اخروی یوم حساب میں وہ انصاف پائے گا۔ یا کوئی شخص سچا ہونے کے باوجود انصاف نہیں پاسکا تو اس میں منفی رجحان اس درجہ پر پروان نہ چڑھے گا کہ وہ خود سے یا معاشرے سے بیزار ہوکر بدلہ لے۔

جدید Humanism میں ''مسرت'' سے مراد تکمیل خواہش کا ہونا ہے۔لیکن یہاں خواہش کو نظریہ انفرادیت اور اجتماعیت کے تحت لایا گیا ہے۔اس طرز پر جدید Humanism آج جس مرحلے پر پہنچ چکی ہے وہ محارم اور رذائل اخلاق کی سرکاری سرپرستی کا مرحلہ ہے۔ نیز ہمیشہ زندہ اور صحت مند رہنے کی فطری حیوانی جبلت اس مرحلے پر آچکی ہے کہ موت کو شکست دینے کی تحقیق عروج پر ہے۔

جبکہ خالق کائنات نے انسانی اور حیوانی خواہشات میں فرق کرنے کی صلاحیت انسانوں کو عطا فرمادی ہے۔آپؐ کی متعارف کردہ شریعت کے مطالعے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انسانی خواہشات تو انسانیت کے معیار کو بلند کرتی رہتی ہیں مگر حیوانی خواہشات کو آزاد چھوڑنا انسانیت کے معیار کو پست کرنے کا سبب بنتا ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ خدمت خلق میں مال

صرف کرنا وہ اعلیٰ انسانی خواہش ہے جس کی تکمیل انسان کو حقیقی مسرت بھی عطا کرتی ہے اور خود مال خرچ کرنے والے میں اور معاشرے کے دوسرے انسانوں میں معیار انسانیت کی بلندی کا باعث بھی ہے۔ جبکہ مال و دولت کے انبار لگانے کی خواہش وہ حیوانی خواہش ہے جو فرد واحد کو مسرت سے ہم کنار کرتی ہے۔ مگر معاشرے میں جس انداز سے وہ مال خرچ کرتا ہے وہ خود اس کے اندر اور دوسروں کے اندر بھی معیار انسانیت کو پست کرنے کا سبب بنتا رہتا ہے۔ مثلاً سود پر قرض دے کر مدد کرنا۔

اس طرح ''مفید انسان'' کی اصطلاح جدید Humanism میں سطحی انداز سے بیان کی گئی ہے لیکن آپؐ نے اسے ''مسلمان'' کے نام سے بیان فرمایا ہے۔

''مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔'' (۳۵)

پھر آپؐ نے مومن کی مثال کھجور کے درخت سے دی ہے جس کے ہر حصے سے فائدہ حاصل ہوتا ہے (۳۶)۔

مختصراً یہ کہ انسانیت کے عروج کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے احسانات ناقابل شمار ہیں۔

Islamic Contributions to Civilization کا مصنف اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

''آگاہی کے اس جدید دور میں بھی کم لوگ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ اسلامی دنیا نے انسانیت کی ترقی کے حوالے سے واضح خدمات انجام دی ہیں۔ اسلامی تہذیب کم و بیش پانچ صدیوں تک تنہا، نہ صرف سائنس کے میدان میں انسانیت کی رہنمائی کرنے والی تہذیب رہی ہے بلکہ علم سے استفادے کا منظم و مربوط انداز بھی دیتی رہی ہے''۔ (۳۷)

مراجع و حواشی

(۱) Mark Cartwright, Greek Religion, Ancient Encyclopedia History, http://www.ancient.eu.com/Greek_Religion/ 30-11-13

(۲) Frandsen, P. J. (2009), Incestuous and Close Kin Marriages in Ancient Egypt and Persia, Denmark: The Carsten Niebuhr Institute of Near Eastern Studies, p.39

(۳) Hanning, B. R. (2006), Concise History of Western Music,1/3, USA: W. W. Norton & Company

(۴) Mark Cartwright (۵) Ibid

(۶) Christopher Sheilds, (2003), The Blackwell Guide to Ancient Philosophy, Blackwell Publishing Ltd, p.184

(۷) Ibid; Julia Annas (2000), Voices of Ancient Philosophy, USA: Oxford University Press, p.7

(۸) نعمانی شبلی (۱۹۷۵ء)، لاہور: ناشران قرآن، ص ۱۵ (۹) اعراف ۷: ۱۵۷۔۱۵۶

(۱۰) مسلم (۲۰۰۰ء)، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ، باب الارواح جنود مجندۃ، رقم: ۶۷۰۹، موسوعہ الکتب الستۃ، المملکۃ السعودیہ، دار النشر والتوزیع

(۱۱) ندوی، سلیمان، سید (۱۹۳۶ء)، خطبات مدراس، لاہور: یونیورسل بکس، ص ۱۰
(۱۲) محمود، ثناءاللہ (۲۰۰۵)، رسول اکرم کا انداز تربیت، کراچی: دارالاشاعت، ص ۲۵۱
(۱۳) بخاری (۲۰۰۰ء)، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ؟ وھل یعرض علی الصبی الاسلام؟، رقم ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، موسوعہ الکتب الستہ، المملکۃ السعودیہ: دارالنشر والتوزیع
(۱۴) منصور پوری، سلمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، ۱۴۸/۳، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
(۱۵) بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین، رقم ۷۱، بحوالہ بالا
(۱۶) ایضاً، باب ما کان النبی ﷺ یتخولھم بالموعظۃ والعلم کی لا ینفروا، رقم ۶۹
(۱۷) ایضاً، کتاب الاستیذان، باب التسلیم علی الصبیان، رقم ۶۲۴۷
(۱۸) ایضاً، کتاب الادب، باب وضع الصبی علی الفخذ، رقم: ۶۰۰۳ (۱۹) ایضاً، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطولہ، رقم ۶۴۱۷
(۲۰) ایضاً، کتاب الدعوات، باب الموعظۃ ساعۃ بعد ساعۃ، رقم ۶۴۱۱ (۲۱) ابن ماجہ، سنن، ابواب الاطعمہ، باب ترک العشاء، رقم ۳۳۵۵
(۲۲) علوی، خالد، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۲۴۱، المکتبۃ العلمیۃ، لاہور، ۱۹۹۱
(۲۳) اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۲۴۱ (۲۴) التین ۹۵: ۴۔۱ (۲۵) النور ۲۴: ۴۰۔۳۹
(۲۶) Guttmann, G., Scholz-Strasser, I., & Sacks, O. W. (1998), Freud and the Neurosciences: From Brain Research to the Unconscious, Vienna: Verlagder Osterreichischen Akademie der Wissenschaften
(۲۷) Saul MacLeod, Humanism, www.simplypsychology.org/humanistic.html
(۲۸) Ibid (۲۹) Ibid
(۳۰) Dictionary.reference.com/browse/humanism; www.britannica.com/EB checked/topic/275932/humanism
(۳۱) Rogers, C. R. (1980), A Way of Being, Boston, MA: Houghton Muflin
(۳۲) Maslow, A. H. (1954), Motivation and Personality, New York: Harper and Row
(۳۳) Ibid
(۳۴) Huntington, S. P. (1997), The Clash of Civilizations and the Remaking of New World Order, USA: Touchstone Books, p.183
(۳۵) بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، رقم ۱۰
(۳۶) مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب مثل المومن مثل النخلۃ، رقم ۷۰۹۸
(۳۷) Cobb, S. (1963), Islamic Contributions to Civilization, USA: Avalon Press, p.1